ترجمہ و تلخیص: فدا محمد عدیل　　　(چوتھی و آخری قسط)

گوانتاناموبے میں کیا قیامت ڈھائی جا رہی ہے؟

پاکستان میں طالبان کے آخری سفیر ملا عبدالسلام ضعیف
امریکی عقوبت خانے میں گزرے لہورنگ شب و روز کی دل گداز روداد بیان کر رہے ہیں

ولی محمد صراف، عبدالرحمٰن نورانی اور بعض دیگر ایسے بڑے بڑے تاجر جو پشاور یا اسلام آباد میں رہتے تھے اور بہت مالدار تھے' سے پاکستانی اہلکاروں نے بھاری رقم لوٹی اور پھر امریکہ کے ہاتھ فروخت کر دیا جواب بھی گوانتاناموبے میں زندگی کی قبروں میں پڑے ہیں۔ عرب مجاہدین کے ساتھ جو سلوک پاکستان میں ہوا' وہ گوانتاناموبے میں بھی نہیں ہوا۔ گوانتاناموبے کے قیدی پاکستان کو ''مجبورستان'' کہہ کر پکارتے۔

گوانتاناموبے میں تفتیش کے مراحل بڑے عجیب تھے۔ تفتیش کا محور کوئی خاص ایشو نہیں تھا۔ نہ تفتیش کاروں کے ہدف کا پتا چلتا اور نہ یہ بات پتا چلتی کہ ان کو تلاش کس کی ہے؟ ہر روز نئے نئے سوال پوچھے جاتے، کبھی کبھی پرانے سوالات دہرائے جاتے، جرم کی باتیں پیچھے رہ جاتیں۔ ایک بار تفتیش کرنے والے نے کہا کہ یمن میں بحری جہاز تباہ کیا گیا تھا جس میں گیارہ امریکی عہدیدار ہلاک ہوئے تھے۔ اس واقعے میں آپ کا ہاتھ تھا اور آپ اس وقت یمن میں موجود بھی تھے۔ میں نے کہا میں کیسے گیا تھا یمن؟ اور کس راستے سے گیا تھا؟ اس نے کہا کہ ایران سے قطر اور قطر سے ایران گئے تھے۔ میں نے کہا کہ آپ کو بحری جہاز کے آنے کا وقت اور جانے کا وقت معلوم تھا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ میں نے کہا میں دھماکہ خیز مواد اپنے ساتھ لے کر گیا تھا یا نہیں؟ اس نے کہا معلوم نہیں۔ میں نے کہا کہ آپ کو اپنے بحری جہاز کے لنگرانداز ہونے کا وقت اور جگہ معلوم نہیں تو میں کس طرح نامعلوم بحری جہاز میں ایران، قطر اور پھر یمن گیا؟ اگر کوئی یہ ثابت کرے کہ میں نے آج تک ایران، قطر یا یمن دیکھا ہے تو میں آپ کا ہر الزام تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوں۔

شاید یہ سارے تفتیش کار ہم سب قیدیوں کو انتہائی سادہ سمجھتے تھے اور ہم سے ایسے پیش آتے جیسے ہم بچے ہوں۔ ایک دن ایک چھوٹے قد کے موٹے شخص نے آ کر انتہائی بدتمیزی سے بات شروع کی، میرے جوابات پر طنزیہ انداز میں مسکرا بھی دیتا اور آخر کار اس نے وہ سوال پوچھ ہی لیا جو اس کے دل میں معلوم نہیں کب سے جاگزین تھا۔ اس نے پوچھا یہ مسلمان آخر کب ہمارے سامنے سرِ تسلیم خم کریں گے؟ اس سوال سے میرا خون کھول اٹھا مگر میں نے حوصلہ کر کے جواب دیا کہ آپ کی خواہش کبھی بھی پوری نہیں ہوگی۔ مسلمانوں کا ایک ٹولہ آپ کے خلاف امام مہدی کے ظہور تک جہاد کرے گا اور آخر میں غلبہ مسلمانوں کا ہی ہوگا۔ اس نے پوچھا یہ ٹولہ کس کا ہوگا؟ طالبان کا یا القاعدہ کا؟ یا کسی اور کا؟ میں نے کہا کہ یہ مجھے معلوم نہیں مگر یہ یاد رکھیں کہ آپ اپنے اپنے اہداف تک اس قدر آرام سے نہیں پہنچیں گے۔ اس نے لمبی سانس لی اور کہا کہ کاش یہ

امام مہدی جلد سامنے آئیں اور ہم ان سے نمٹیں تا کہ مسلمانوں کی یہ آخری امید بھی ختم ہو۔میں نے کہا کہ ہمیں بھی ان کے ظہور کا شدت سے انتظار ہے۔

ایک مرتبہ قیدیوں نے بھوک ہڑتال شروع کر دی۔بعض قیدی کھانا نہ کھاتے مگر پانی پیتے تھے۔بعض نے کھانا پینا دونوں ترک کر دیا۔عرب بھائیوں نے تادم مرگ بھوک ہڑتال شروع کی۔اس طرح ۲۷۵ افراد کھانے سے محروم تھے۔وہ صرف اور صرف احترام انسانیت چاہتے تھے۔بھوک ہڑتال ۲۶ روز سے جاری تھی۔ہر پانچ میں سے چار قیدیوں نے بھوک ہڑتال میں حصہ نہیں لیا۔کیمپ کے انچارج جنرل نے قیدیوں کو یقین دہانی کرائی کہ جنیوا کنونشن کی بعض شقوں کے تحت قیدیوں کو حقوق دیئے جائیں گے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ قیدی بھوک ہڑتال ختم کر دیں۔کیمپ کے انچارج سعودی عرب کے شیخ شاکر جن کے پاس برطانوی شہریت تھی اور جن کو انگلش زبان پر عبور حاصل تھا' کو ہر قیدی کے پاس لے جایا جاتا اور ان کے ذریعے قیدیوں کو یقین دہانیاں دے دے کر کھانا کھانے پر راضی کیا جاتا۔قیدیوں نے ہڑتال ختم کی اور کھانا کھانا شروع کیا۔قیدیوں کی جانب سے چھ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جسے قیدیوں کے مطالبات ترتیب دینے اور امریکی حکام کے سامنے پیش کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔اس کمیٹی میں شیخ شاکر، شیخ عبدالرحمٰن ،شیخ غسان، شیخ جابر، شیخ ابوعلی اور میں (عبدالسلام ضعیف) شامل تھا۔ مذاکرات کے لیے دومرتبہ کوشش کی گئی مگر بارآور ثابت نہ ہوسکی۔آخر کار تیسری مرتبہ ۷/اگست ۲۰۰۵ء کو کیمپ کے داخلی دروازے کے پاس اجلاس ہوا جس میں کمیٹی کے ہم چھ ارکان کیمپ کے انچارج بمب گارنر، ایک کمانڈر اور ایک دوسرا شخص شامل تھا۔بمب گارنر بہت چالاک اور عیار تھا۔قیدیوں کو کہتا تھا کہ میں ابلیس شیطان ہوں۔اس نے اجلاس کے ابتداء میں ہی کہا کہ میں کیمپ کو پر امن اور مسئلوں سے پاک دیکھنا چاہتا ہوں۔میں یہ جانتا ہوں کہ قیدی آپ (کمیٹی کے چھ ممبران) کی بات مانتے ہیں۔میں آپ کے فیصلوں کا احترام کروں گا۔میں نے امریکی وزیر دفاع ڈونلڈ رمزفیلڈ سے بات کی ہے تا کہ آپ کو جنیوا کنونشن کے مطابق حقوق دیئے جائیں۔البتہ اس بات کا فیصلہ ہم کریں گے کہ کون سے حقوق دیئے جائیں اور کون سے نہ

طالبان کے شبہ میں پکڑے جانے والے

امریکہ نے ان معصوم افغانوں کو بھی طالبان اور القاعدہ کے کھاتے میں پکڑا تھا جن کا دونوں سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔مثلاً ان سب افغانوں کو پکڑا گیا جنہوں نے کسی طالب یا مجاہد کو پناہ دی، ان کو کھانا کھلایا یا کسی مشہور طالب یا مجاہد کا نام کسی نے لیا، یا کسی نے دیکھا۔ایک افغان کو اس لیے پکڑا گیا کہ اس نے مجاہدین جیسا کوٹ پہنا تھا، ایک کو جیب میں ٹیلی فون سیٹ رکھنے پر جبکہ ایک چرواہے کو دوربین رکھنے پر پکڑا گیا اور ان سب کو بعد میں جنگی مجرم ثابت کیا گیا۔اکثر بھائی مجھے تفصیلی روداد بیان کرتے جس پر مجھے بہت افسوس ہوتا۔افغان قیدیوں میں طالبان، مجاہدین، موجودہ افغان حکومت کے اہلکار، موچی، لوہار، چرواہے، صحافی، صراف، دکاندار ائمہ مساجد حتیٰ کہ امریکہ کے اپنے ترجمان بھی شامل تھے عرب بھائیوں میں بھی ایسے تھے جو پاکستان یا پاکستان کی طرح دوسرے ممالک نے امریکی ڈالروں کے عوض فروخت کیے تھے۔پختون علاقوں کے وہ افراد جو عرب ممالک میں محنت مزدوری کرتے تھے اور وطن واپس آئے تھے، ان کو پکڑا گیا تھا۔ان بے چاروں کے ویزوں کی مدت بھی ختم ہوگئی مگر ظالم امریکیوں نے ان کو نہیں چھوڑا۔

دیئے جائیں۔ہم نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں ،مذہبی شعائر کی بے حرمتی اور امریکی فوجیوں کے غیر قانونی اور غیر انسانی اقدامات کی شکایت کی۔ہم نے کہا کہ چار سال تک دنیا کو ورغلایا گیا کہ گوانتاناموبے میں دہشت گردوں کو رکھا گیا ہے ،یہ سلسلہ اب بند کیا جائے۔خود کو شیطان کہنے والا کیمپ انچارج سب کچھ مانتا اور کہتا کہ جو ہوا سو ہوا۔آئندہ آپ کے ساتھ انسانی سلوک کیا جائے گا مگر اس کے یہ سارے وعدے جھوٹ ثابت ہوئے۔اجلاس میں شرکت کرنے والے قیدیوں کو باقی قیدیوں سے الگ کر دیا گیا اور ظلم وستم کا سلسلہ مزید دراز کر دیا گیا۔بھوک ہڑتال پھر شروع کر دی گئی۔تین سو سے زائد قیدی بھوک ہڑتال کے لیے تیار ہوئے۔بیس قیدیوں نے تو پکا عزم ظاہر کیا کہ وہ تادم مرگ بھوک ہڑتال جاری رکھیں گے اور امریکیوں پر مزید اعتماد نہیں کریں گے۔امریکہ کے اوپر بداعتمادی کا یہ سلسلہ میری رہائی یعنی ۱۱رستمبر ۲۰۰۵ء تک جاری رہا۔بھوک ہڑتال کے باعث ہسپتال مریضوں سے بھر گیا،ان کو بے ہوشی کی حالت میں دوا دی جاتی ،قیدی ہوش میں آتے تو ڈرپ وغیرہ اتار کر پھینک دیتے اور دوائیاں کھانے سے انکار کر دیتے ،انتہائی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے اور مرنے تک بھوک ہڑتال جاری رکھنے کا عزم ظاہر کرتے۔پھر وہ مرحلہ بھی آیا جب پانچ ڈاکٹروں نے مل کر بے ہوش مریضوں کو نتھنوں میں پائپ لگا کر خوراک دینے کا سلسلہ شروع کر دیا۔سننے میں آ رہا ہے کہ گوانتاناموبے میں حقوق کے لیے قیدیوں کی ہڑتال کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

جنرل ملر کا ایکو کیمپ:

امریکی جنرل ملر بہت ظالم اور متعصب تھا۔اس نے فوجیوں کو قیدیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کی مکمل اجازت دے رکھی تھی۔بعد میں اس کو عراق تبدیل کر دیا گیا۔ایکو کیمپ بھی اسی نے بنایا تھا جس میں ۲۴ گھنٹے اندھیرا چھایا رہتا۔اس کیمپ میں الگ الگ چھوٹے چھوٹے کمرے ہوتے تھے جن میں قیدی تنہا ہوتے تھے۔یہاں قیدی بھائیوں کو اندھیرے کے باعث دن اور رات کا پتا نہ چلتا تھا۔یہاں رہ کر بہت سے قیدی نفسیاتی مریض بن گئے تھے۔قیدی یہاں چیختے مگر ان کی چیخوں کی آوازیں کسی کو سنائی نہ دیتی تھیں۔ریموٹ کنٹرول کیمرے جگہ جگہ نصب تھے جن کے ذریعے قیدیوں کی نقل وحرکت پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی۔برطانوی شہریت رکھنے والا ہمارا ایک بھائی احمد اس کیمپ میں تین سال گزارنے کی وجہ سے شدید ڈپریشن کا مریض بن گیا تھا۔احمد دینی تعلیم حاصل کرنے پاکستان گیا تھا مگر حکومت پاکستان نے اس کو پکڑ کر امریکہ کے حوالے کر دیا۔میرا قندھار قیدی کیمپ میں بھی پڑوسی تھا،انگلش روانی سے بولتا تھا۔احمد کو بعد میں اتنے امراض ہو گئے تھے کہ وہ بالکل بے حس ہو کر رہ گیا تھا،کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی ،ہر وقت اپنے آپ سے باتیں کرتا رہتا۔گوانتاناموبے میں کبھی کبھار رات کو اٹھ کر نعتیں پڑھتا اور تلاوت کرتا ،اکثر قرآنی آیات غلط پڑھتا تھا۔وہ کہتا کہ مہدی علیہ السلام آ رہے ہیں،اس بات سے خود کو تسلی دیتا۔یمن کے طارق عبدالرحمٰن المعروف ڈاکٹر ایمن سعید آرتھوپیڈک سرجن تھے۔ویزہ لے کر تعلیم کے حصول کے لیے پاکستان گئے تھے اور پھر مکمل قانونی دستاویزات کے ذریعے افغانستان آئے تھے۔کابل میں الفلاح نامی این جی او میں ملازمت اختیار کر رکھی تھی۔طب کے شعبے سے منسلک افراد کو قید نہیں رکھا جا سکتا مگر ڈاکٹر ایمن سعید کو گرفتار کر کے

گوانتانا موبے پہنچا دیا گیا۔ان کو اتنا ذہنی اور جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا گیا کہ آخر میں پاگل ہو گئے۔ان کی طرح اور بھی بہت سے قیدی پاگل ہو گئے تھے مگر ان کو سزا باقاعدگی کے ساتھ دی جاتی تھی حالانکہ پاگل اللہ کے حساب کتاب سے بھی مستثنیٰ ہیں۔

گوانتانا موبے میں امریکی فوجیوں کے مختلف گروپ:

گوانتانا موبے میں فوجیوں کے تین گروپ تھے۔ایک گروپ کا نشان درخت تھا، دوسرے کا کبوتر، تیسرے کا ہلال تھا۔درخت کا نشان رکھنے والا گروپ اچھا سلوک کرنے والے فوجیوں پر مشتمل تھا۔یہ فوجی پروگرام کے مطابق عمل کرتے تھے، متعصب نہیں تھے، پورا کھانا اور پھل دیتے تھے، نیند کے اوقات میں تنگ نہیں کرتے تھے، بے وجہ تلاشی اور تفتیش نہیں کرتے تھے، غسل اور چہل قدمی کا پورا وقت دیتے تھے، اپنے افسروں کو جھوٹی رپورٹیں نہیں دیتے تھے، ہمارے کپڑوں کا بھی خیال رکھتے تھے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں احتیاط سے پہناتے تھے۔ ہمارے ساتھی بھی اس گروپ کے فوجیوں کے لیے کوئی مسئلہ نہیں بناتے تھے۔اگر کوئی دل برداشتہ ہو کر اس گروپ کے فوجیوں سے سخت لہجے میں بات کرتا تو ہم اسے سمجھاتے کہ یہ اچھے لوگ ہیں ۔کبوتر کا نشان رکھنے والے گروپ کے فوجی مختلف مزاج کے تھے ۔شیڈول کے مطابق کام کرتے تھے مگر نیم متعصب تھے، کھانے میں ناانصافی سے کام لیتے تھے اور قیدیوں کو بار بار سزائیں دیتے تھے، رات کو پریشان کرتے اور پوری نیند نہ لینے دیتے مگر ان میں بھی بعض فوجیوں کا رویہ ٹھیک تھا۔

جس گروپ کا نشان ہلال تھا۔اس کے فوجی پرلے درجے کے متعصب تھے۔ان کا اخلاقی درجہ صفر تھا، قیدیوں کو ہمیشہ بھوکا رکھتے تھے، ان کو گندے کپڑے دیتے تھے، نیند کے وقت بلیوں اور کتوں کی طرح آوازیں نکال کر پریشان کرتے اور قیدیوں کے ساتھ توہین آمیز سلوک کر کے ان کو غصہ دلاتے تھے۔ان میں بعض فوجی ایسے تھے جن میں بعض اوقات انسانوں والی نشانیاں دیکھنے کو مل جاتی تھیں۔ان کے علاوہ بھی تین چھوٹے گروپ تھے۔ ان میں چابی والا گروپ، ہسپانوی گروپ اور نائن فور (۹۴) نامی گروپ تھا۔ہسپانوی گروپ کے فوجیوں میں تعصب نہیں تھا، ان میں بلا کی انسانی ہمدردی تھا۔وہ ہم سے کہتے تھے کہ ہمارا آباؤ اجداد مسلمان تھے، اسی وجہ سے وہ نماز کا احترام کرتے تھے، قرآن کریم کی بے حرمتی نہیں کرتے تھے اور اضافی روٹی کے ساتھ ساتھ پانی، شیمپو اور صابن بھی دیتے تھے۔اس گروپ

جو امریکہ کے جاسوس بن گئے

بعض قیدی مجبور ہو کر امریکیوں کے لیے ہماری جاسوسی بھی کرتے تھے۔جس پر ہمارے ساتھی ایسے قیدیوں سے نفرت کا اظہار کرتے اور ان سے بات نہ کرتے، ان پر تھوکتے۔ان میں فدا، زرمت کے سردار اور کنڑ کے انور شامل تھے جو بعد میں مرتد ہو گئے اور اللہ، اس کے رسول (ﷺ) اور قرآن کریم کی بے حرمتی کیا کرتے تھے۔یہ ثمود نامی کمانڈر کے لوگ تھے جو امریکیوں کے لیے کام کرتے تھے۔تیسرے کیمپ میں عراق کے علی، شاکر، ارقان، عبدالرحیم اور محمد ایسے ہی مشکوک لوگ تھے۔تین افغانوں پر بھی جاسوسی کا شک تھا۔یہ افغان اور عرب جب ہمارے قریب آتے تو ہم اپنی زبانوں پر کنٹرول کر لیتے۔ان کی سرگرمیوں سے ہر قیدی تنگ تھا، یہ جب سے دور ہوتے تو ہم خدا کا شکر بجا لاتے۔آخر میں یہ لوگ بہت ذلیل ہوئے کیونکہ ان کی معلومات درست نہ تھیں اور امریکیوں کے لیے ناقابل اعتبار بن گئے۔یہ جاسوس عیسائیوں کی طرح عبادت کرنے لگے پھر بھی امریکیوں کو ان پر یقین نہیں رہا۔

کے فوجی انتہائی مختصر مدت کے لیے وہاں رہے کیونکہ بعد میں امریکیوں کو شک ہوگیا تھا کہ وہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔ مجھے ایک ہسپانوی فوجی نے ہٹائے جانے سے بیس دن قبل کہا تھا کہ امریکی حکام ہمیں یہاں رہنے نہیں دیں گے اور کسی دوسری جگہ منتقل کر دیں گے۔

چابی والے گروپ کے فوجیوں کو انسانیت چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔ تعصب ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، ہر وقت بداخلاقی کے مظاہرے کرتے رہتے اور ہمارے مذہبی شعائر کا احترام نہ کرتے تھے۔ اپنے اعلیٰ حکام کو جھوٹی رپورٹیں ارسال کرتے اور قیدیوں کو سخت سزائیں دلواتے تھے۔ قرآن مجید کی بار بار بے حرمتی کرتے، قیدیوں کو مشتعل کرتے، ان کو تشدد کا نشانہ بناتے اور رات کے وقت بے جا تلاشی لیتے اور جب قیدی محوِخواب ہو جاتے تو فرش کے ساتھ اپنے بھاری بوٹ مار مار کر شور مچاتے۔ تاہم ان میں سے بھی بعض فوجی قیدیوں کی خدمت کرتے نظر آجاتے۔ نائن فور گروپ کے فوجیوں میں شیطانی خصلتیں تھیں۔ وہ تمام کے تمام وحشی اور مغرور تھے، قیدیوں کی تکلیف میں خوشی محسوس کرتے تھے اور ان کو جتنی تکلیف دے سکتے، دیتے تھے۔ ٹیڑھے منہ بات کرتے اور اگر کوئی قیدی تکلیف سے مر بھی رہا ہوتا تو یہ اس کے قریب نہ جاتے۔ ڈاکٹروں کو مریضوں کی رپورٹ بروقت نہ دیتے تھے، بغیر کسی وجہ کے سزائیں دیتے تھے، ہر بات پر گالی دیتے تھے، ان کا رویہ اتنا خراب تھا کہ قیدیوں نے باقاعدہ مزاحمت شروع کر دی جس پر فوجیوں کو وہاں سے منتقل کر دیا گیا۔ ہمارا شک تھا کہ وہ یہودی تھے اور اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے۔

قرآن پاک کی بے حرمتی:

ایک دن تیمّم کر کے ہم باجماعت نماز پڑھ رہے تھے۔ میں امامت کرا رہا تھا۔ اس دوران آواز آئی کہ عادل تیونسی تفتیش کے لیے حاضر ہو۔ ہم چونکہ نماز پڑھ رہے تھے' اس لیے فوری عمل درآمد نہ ہوسکا۔ ہم سجدہ میں تھے کہ دو فوجی میرے سر اور کمر پر بیٹھ گئے۔ میں سجدے سے نہ اٹھ سکا۔ چنانچہ نماز خراب ہوگئی پھر عادل کو نماز کے دوران ہی زبردستی لے جایا گیا۔ ہم نے سلام پھیرا اور از سرِنو نماز پڑھنا شروع کی۔ ہونا یہ چاہیے کہ ہر حالت میں مذہبی شعائر کا احترام کیا جائے۔ دنیا کے تمام مسائل مذاہب کا احترام نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

کھانا چونکہ آدھے گھنٹے کے اندر اندر کھانے کی پابندی تھی۔ اس لیے ایک مرتبہ آدھ گھنٹہ سے زیادہ وقت لینے پر ایک پاکستانی قیدی کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ہمارے پڑوس کے خیمے میں اس وقت پاکستانی بھائی کو دانتوں کا شدید درد تھا۔ نرسیں ہر مرض کے لیے "Talinol" نامی گولیاں دیتی تھیں۔ اس کو بھی یہی گولیاں دی گئیں مگر اس کا درد بڑھتا گیا۔ وہ اس درد کی وجہ سے کھانا نہیں کھا سکتا تھا۔ ایک بندر نما نیلی آنکھوں والا چھوٹے قد کا امریکی فوجی آیا اور مقررہ وقت کے اندر کھانا نہ کھانے پر اس کی سرزنش شروع کر دی۔ پاکستانی بھائی نے کہا کہ مجھے تھوڑا سا اور وقت دیں، میں معذور ہوں۔ یہ سن کر فوجی نے اس کو خیمے کے دروازے کی طرف کھینچ کر اس پر مکوں کی بارش کر دی۔ پاکستانی بھائی کے ساتھ اس غیرانسانی سلوک پر ہم نے رات کو بھوک ہڑتال کر دی اور کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ وہ وحشی فوجی چونکہ قرآن مجید کی بے حرمتی بھی کیا کرتا تھا' اس لیے قیدیوں کو اس سے دوہری نفرت ہوگئی تھی۔ بعد ازاں دوسرے فوجیوں کی اس یقین دہانی پر کہ آئندہ اس قسم کا سلوک نہ ہوگا

ہم نے بھوک ہڑتال ختم کردی۔ایک دن میں سو رہا تھا،باقی ساتھیوں میں سے کوئی تلاوت میں مصروف تھا،کوئی وظیفہ پڑھ رہا تھا اور چند ساتھی شطرنج کھیلنے میں مصروف تھے۔ایک یمنی بھائی کو شطرنج کے کھیل سے بہت لگاؤ تھا۔وہ کہتا تھا:امام شافعیؒ نے اس کھیل کو روا قرار دیا ہے۔میں اچانک رونے کی آواز سن کر جاگ اٹھا،دیکھا کہ چند ساتھی پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہیں اور سب انتہائی افسردہ ہیں۔میں نے پوچھا کیا ماجرا ہے تو سعودی عرب کے محمد نواب نامی ساتھی نے اسی بڑے سر والے امریکی فوجی کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ اس نے ہماری طرف دیکھ دیکھ کر قرآن مجید کی بے حرمتی اور اسے اس ڈرم میں پھینک دیا جو آدھا زمین کے اندر دھنسا ہوا تھا اور جس میں قیدی پیشاب کیا کرتے تھے ماجرا سن کر میرا بھی خون کھولنے لگا اور انتہائی افسوس ہوا۔یہ میرے لیے دردناک ترین واقعہ تھا۔اس واقعہ کو کچھ عرصہ بعد ''نیوز ویک'' نے بھی رپورٹ کیا مگر اس نے گوانتاناموبے سے اس واقعے کو منسوب کیا حالانکہ درحقیقت یہ دل ہلا دینے والا واقعہ قندھار میں ہوا تھا۔اس کے بعد ہم نے ریڈ کراس والوں سے کہا کہ ہم سے قرآن پاک کے نسخے واپس لے جائیں کیونکہ ہم یہاں اپنی مقدس کتاب کی حفاظت سے قاصر ہیں مگر ریڈ کراس والوں نے ہماری بات نہیں مانی یا وہ ایسا کرنا نہیں چاہتے تھے یا پھر کر نہیں سکتے تھے۔اس کے بعد قرآن مجید کی بے حرمتی معمول بن گئی۔ہمیں ذہنی تشدد کا نشانہ بنانے کے لیے کتے لائے جاتے جو قرآن کریم کے نسخوں کو سونگھتے پھر فوجی ان نسخوں کو انتہائی بے دردی سے زمین پر پھینک دیتے۔یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک میں قندھار میں رہا۔

گندمی رنگت والے امریکی فوجی:

گوانتاناموبے میں فوجیوں کے گروپ بدلتے رہتے تھے۔ان میں اچھے لوگ بھی ہوتے اور برے بھی۔ہر چھ مہینے

۵۰ لاکھ ڈالر کی رشوت

ایک دن ایک فرنچ کٹ داڑھی والا تفتیش کار آیا۔اس نے مجھے کہا کہ میں آپ کے لیے خصوصی طور پر واشنگٹن سے آیا ہوں۔مجھے وہ مداری لگتا تھا۔قریب آیا اور میرے ہاتھ پاؤں ایسے دیکھنے لگا جیسے کوئی ڈاکٹر ہو۔میرے زخموں کے نشانات دیکھ کر افسوس کرنے لگا اور پوچھنے لگا کہ ان ظالموں (امریکیوں) نے آپ کو اتنا سخت باندھ کے رکھا؟ان کو رحم کیوں نہ آیا؟کیوں کیوں کیوں؟اس کے بعد اس نے میری طرف دیکھ کر کہا:''میں آپ کے لیے بڑی خوشخبری لایا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہم نے آپ کے لیے پانچ ملین ڈالر مختص کیے ہیں۔آپ اپنا بینک اکاؤنٹ نمبر دیں۔اس رقم پر صرف اور صرف آپ کا اختیار ہوگا۔آپ کے پاس گاڑی ہوگی،اپنا ذاتی بنگلہ ہوگا اور آپ کا شمار کابل کے امیر ترین لوگوں میں ہوگا۔''مجھے یہ سن کر کابل میں مشہور بلی اور چوہے کا لطیفہ یاد آ گیا کہ اتنا مختصر سفر اور اتنا زیادہ فائدہ؟ساتھ ہی اپنا بچپن بھی یاد آ گیا جب ہم مٹی کے گھروندے محل بناتے،ان میں شادیاں کراتے اور اپنی سلطنت بناتے تھے۔میں نے پوچھا میرے اوپر اتنا احسان آپ کیوں کرنا چاہتے ہیں؟اس نے کہا کہ ہمارے لیے کام کرو،جو ہم کہیں وہ مانو،پھر عیش کرو۔میں نے کہا کہ میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے،آپ کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔پہلے بھی آپ کے سوالوں کا جواب سچ سچ دیا ہے اب بھی سچ ہی کہوں گا۔مجھے اور کچھ نہیں صرف آزادی چاہیے اور بس۔دوسرا یہ کہ میرا کوئی بینک اکاؤنٹ نہیں ہے۔اس طرح چار گھنٹے بحث کے بعد وہ چلے گئے۔مجھے رہائی نصیب ہوئی اور نہ کوئی پیسہ ملا۔

بعد فوجی بدل جاتے ۔زیادہ تر فوجی ہماری حالت زار پر افسوس کرتے اور ہماری دردبھری داستانیں سن کر کہتے کہ امریکی حکومتی عہدیدار ہمیں صحیح استعمال نہیں کر رہے اور جھوٹ بول کر ہمیں دھوکہ دے رہے ہیں ۔ یہ فوجی وعدہ کرتے تھے کہ وہ متعصب امریکی وحشیوں کے سلوک سے میڈیا کو آگاہ کریں گے ۔ ہوسکتا ہے بعد میں انہوں نے ایسا کیا ہو۔ایک دن ایک بڑے فوجی افسر نے امریکیوں کا وحشیانہ سلوک دیکھا تو رو پڑا اور کہنے لگا کہ ہم ظالم ہیں،اس کے ساتھ ساتھ وہ خود کو مجبور اور بے بس بھی کہتا رہا۔

امریکی فوجیوں کے رنگت کے لحاظ سے تین گروپ تھے ۔گندمی رنگت کے حامل فوجیوں کا سلوک اچھا تھا،وہ متعصب نہیں تھے ۔کالی رنگت والے دنبوں کی طرح سست،کم عقل اور غلاموں کی طرح کی طبیعت کے مالک تھے،ان پڑھ قسم کے تھے اور بے تحاشا کھانا کھاتے تھے ۔ یہ کالے فوجی امریکی گورے فوجیوں کے خلاف بہت شکایتیں کرتے تھے،ان کو گالیاں دیتے اور ان کو خود غرض اور ظالم کہتے تھے ۔کالے فوجی جب ہم سے بات کرتے تو انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے ۔ہمیں کوئی چیز دیتے تو ادھر ادھر دیکھ کر چھپ کر دیتے تھے ۔ سرخ امریکی فوجی فریبی اور دھوکے باز تھے، جھوٹ کے استاد تھے اور کالوں سے خود کو برتر محسوس کرتے تھے ۔تفتیش کار اکثر یہی سرخ امریکی ہوا کرتے تھے جبکہ چوتھے گروپ کے فوجیوں کی تعداد خاصی کم تھی ۔اس گروپ کے فوجیوں کو ''انڈین'' کہا جاتا تھا جو اصل امریکی ہیں اور امریکہ دریافت ہونے سے قبل وہاں آباد تھے ۔ان کی تعلیمی سطح انتہائی کم تھی ۔ اکثر فوجی نشہ کرنے والے تھے، دیگر امریکی فوجی اپنے ہی ملک کے ان فوجیوں پر اعتماد نہیں کرتے تھے ۔ یہ فوجی بھی دوسرے امریکی فوجیوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے اور ان کو بے رحم و ظالم کہتے تھے ۔ وہ ہمیں تسلی دیتے اور مظلوم کی نظر سے دیکھتے ۔

گوانتانا موبے کا مقصد کیا ہے؟

گوانتانا موبے میں وقت کے فرعون کے مظالم سہنے والا ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ زندان ہر اس مسلمان کے لیے بنایا گیا ہے جو امریکی پالیسیوں کا مخالف ہے ۔ جہاں امریکہ جو چاہتا ہے' کر سکتا ہے ۔ دہشت گردی کے نام پر گرفتار ہونے والوں کے ساتھ امریکہ ہر غیر قانونی سلوک کر سکتا ہے کیونکہ گوانتانا موبے کے جزیرے میں دنیا کا کوئی قانون نہیں چلتا ۔ وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ صدر بش نے دنیا کے سامنے جو جھوٹ بولا وہ محض دنیا کو دھوکہ دینے کے لیے تھا ۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ گوانتانا موبے کے اکثر قیدی بے گناہ ہیں ۔ بہت سے ایسے ممالک جو امریکی اتحادی ہیں' اپنے کیے پر پشیمان ہیں ۔ ان کے سامنے امریکہ کا بھیانک چہرہ بے نقاب ہو چکا ہے مگر مجبور ہیں ۔ یہ ممالک اپنی مجبوری کے تحت امریکی مظالم پر خاموش ہیں ۔میں سوچتا ہوں' گوانتانا موبے کے بدنام زمانہ عقوبت خانوں کے قیام کا مقصد کیا ہے؟ اس سے امریکہ کو کیا فائدہ ہے؟ میری نظر میں فائدہ کوئی نہیں سراسر امریکہ کا اپنا نقصان ہے ۔ یہ گوانتانا موبے امریکی ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے مگر اس کا مکمل ادراک دنیا اور خود امریکی عوام کو مستقبل میں ہوگا ۔صدر بش نے ثابت کر دیا ہے کہ احترام آدمیت اور انسانی حقوق صرف طاقتور اقوام کے لیے ہیں اور مظلوم مسلمانوں کو کسی قسم کا حق حاصل نہیں ۔امریکہ نے مسلمانوں کو انسانی حقوق کا غاصب اور قانونی مجرم ثابت کرنے کی کوشش کی مگر خود گوانتانا موبے کی وجہ سے دنیا بھر میں امریکہ کو انسانی حقوق کا غاصب خصوصاً مسلمانوں کا دشمن سمجھا گیا ۔ دنیا نے جان لیا کہ امریکہ ریاستی اور بین الاقوامی قوانین کو پاؤں تلے روندنے والا ملک ہے ۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں میں امریکہ کی نفرت بڑھی، یہ ایسے نکات ہیں جن کی وجہ سے ہر گزرتے دن کے ساتھ

امریکی وقار کو ٹھیس پہنچ رہی ہے۔ گوانتاناموبے کی وجہ سے امریکہ نے یہاں کے ہر قیدی کو اپنا دشمن بنالیا، قیدیوں میں ایسے بھی تھے جو امریکی پالیسیوں کے خلاف نہ تھے مگر جب امریکی مظالم انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تو وہ بھی امریکہ کے سخت دشمن بن گئے۔ گوانتاناموبے کی وجہ سے وہ لوگوں کے ہیرو اور رہبر بن گئے۔ اب اگر یہ ہیرو امریکہ کے خلاف کچھ کرنا چاہیں تو ایک اشارے پر بہت کچھ کر سکتے ہیں اور ہر ایک شخص باقاعدہ اپنی موثر جماعت بنا سکتا ہے۔ کہتے ہیں احمق دوسروں کو اتنا نقصان نہیں پہنچاتا جتنا اپنے آپ کو۔ اگر دہشت گردی کا مطلب لوگوں کو خوفزدہ کرنا ہے تو سب سے بڑا دہشت گرد تو خود امریکہ ہے جس نے گوانتاناموبے کی صورت میں معصوم اور بے گناہ مسلمانوں کو اپنے ظالمانہ سلوک سے ڈرانے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔

میری رہائی کی خوشخبری:

۱۱ رمئی ۲۰۰۴ء رمضان المبارک کو مجھے تفتیش کے لیے لے جایا گیا۔ یہ جگہ میرے لیے نئی تھی۔ جس کمرے میں مجھے بٹھایا گیا، وہاں ائر کنڈیشنر اور ٹی وی بھی لگا ہوا تھا۔ خلاف معمول میرے ہاتھ پاؤں کھولے گئے۔ کچھ دیر کے بعد ایک افغان اور تین امریکی آئے۔ دو امریکی تفتیش کار تھے جبکہ تیسرے نے امریکہ کے افغانستان میں قائم سفارتخانے کے اہلکار کے طور پر اپنا تعارف کرایا۔ افغان باشندے نے خود کو افغان حکومت کا ایلچی بتایا مگر مجھے یقین نہیں آیا، باتیں شروع ہوئیں تو ان کا رویہ بڑا شائستہ تھا۔ انہوں نے مجھے کھانا کھلایا جس کو میں صحیح معنوں میں کھانا کہوں گا جو چار سال بعد مجھے نصیب ہوا تھا۔ میں نے حد سے زیادہ کھانا کھایا، کھانے کے ساتھ فروٹ اور کولڈ ڈرنک بھی دی گئی۔ ان افراد نے وعدہ کیا کہ وہ میری رہائی کے لیے بھرپور کوشش کریں گے مگر اس کے بعد بھی ایک سال تک گوانتاناموبے میں رہا۔ میں رہا ہونا چاہتا تھا مگر مجھے شرائط معلوم نہ تھیں۔ یکم نومبر ۲۰۰۵ء کو ایک تفتیش کار نے خوشخبری سنائی کہ اگلے ہفتے آپ کو رہا کر دیا جائے گا مگر اس سے پہلے آپ کو کسی دوسری جگہ منتقل کیا جائے گا، گھبرانا نہیں۔ دوسرا ہفتہ شروع ہو گیا، پہلے ہی دن مجھے ایسی جگہ لے جایا گیا جس کو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ جگہ زندگی کی تمام سہولتوں سے آراستہ تھی۔ پہلی دفعہ میں نے اپنے لیے یہاں جو قہوہ پکایا جس کا مجھے بڑے عرصے سے ارمان تھا۔ دوسرے دن چار بجے کے قریب ایلچی آیا اور میرے ساتھ بیٹھ کر میرے گھر اور افغانستان کے حالات کے متعلق معلومات فراہم کیں اور کہا کہ کل رات بارہ بجے آپ کی افغانستان کے لیے پرواز ہوگی۔ اس وقت تک آپ آرام کریں۔ تیسرے دن مجھے پھر اس جگہ لے جایا گیا جہاں پہلے سزا دی جاتی تھی مگر امید تھی کہ ریڈ کراس کے لوگ آئیں گے۔ معمول تو یہی تھا کہ رہائی کے وقت ریڈ کراس کے لوگ قیدی سے ملتے مگر اچانک چند امریکی ویڈیو کیمروں کے ساتھ اندر آئے۔ ان کے ساتھ ایک پشتو ترجمان بھی تھا۔ ایک دو سیاہ کاغذات ان کے ہاتھ میں تھے جس پر انگریزی میں کچھ لکھا گیا تھا اور ساتھ میں پشتو ترجمہ بھی تھا۔ کاغذ میرے حوالے کیا گیا اور کہا گیا کہ اس پر دستخط کریں۔ کاغذ پر درج شقیں کچھ اس طرح تھیں:

(۱) قیدی اپنے جرم کا اقرار کرتا ہے، یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ سے معافی مانگتا ہے۔ امریکہ کی طرف سے جرم کی معافی اور رہائی پر اس کا شکرگزار ہے۔

(۲) قیدی القاعدہ اور طالبان کا ساتھی تھا۔ آئندہ دونوں کے ساتھ تعلق نہیں رکھے گا اور ان کے ساتھ تعاون نہیں کرے گا۔

(۳) قیدی آئندہ دہشت گردی کی کارروائیوں میں حصہ نہیں لے گا۔

(۴) قیدی آئندہ امریکہ اوراس کے اتحادیوں کے مفادات کے خلاف کوئی کام نہیں کرے گا۔

اگر قیدی نے ان شقوں کی خلاف ورزی کی تو اسے پھر گرفتار کیا جائے گا اور ساری عمر قید میں رکھا جائے گا۔

اس حلف نامے کو پہلے پڑھ کر سنایا گیا جسے وڈیو کیمروں میں بھی محفوظ کیا گیا پھر مجھے دستخط کرنے کو کہا گیا۔ میں نے کاغذ انتہائی غصے میں دور پھینکا اور کہا ''میں مظلوم ہوں، مجرم نہیں ہوں کبھی بھی اپنا ناکردہ جرم تسلیم نہیں کروں گا، کبھی معافی نہیں مانگوں گا، کبھی بھی اپنی رہائی پر امریکہ کا شکریہ ادا نہیں کروں گا، میں نے کونسا جرم کیا ہے؟ مجھے کس قانون کے تحت مجرم ثابت کیا گیا ہے؟ میں طالب تھا، ہوں اور طالب رہوں گا۔ البتہ القاعدہ کا کبھی ساتھی نہیں رہا۔ کس دہشت گردی کے واقعے میں میرا ہاتھ تھا مجھے بتایئے۔ اگر آپ سچے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ اگر آپ نے دستخط نہ کیے تو آپ رہا نہیں ہو سکتے مگر میں نے صاف انکار کر دیا اور کہا اگر مجھے ساری عمر بھی قید رکھا جائے پھر بھی یہ نہیں مانوں گا کہ میں مجرم ہوں۔ کئی مرتبہ وہ باہر نکلے، پھر اندر آئے۔ کئی بار اصرار کیا مگر میں نے دستخط نہیں کیے۔ چوتھی بار اندر آئے تو کہا کہ اگر آپ کو کاغذ میں لکھی شقیں منظور نہیں تو کچھ اور لکھیں اور وہ لکھیں جو آپ چاہتے ہیں۔ مجبوری کے عالم میں قلم اٹھایا اور لکھنا شروع کر دیا۔

> ''میں مجرم نہیں ہوں، کبھی کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا، ایک مظلوم مسلمان ہوں جس کے ساتھ پاکستان اور امریکہ نے ظلم کیا ہے اور چار سال تک قید میں رکھا۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ امریکہ کے خلاف سرگرمیوں میں حصہ نہیں لوں گا۔ والسلام''

میں نے دستخط کر کے کاغذ ان کے حوالے کر دیا اور گہری سوچوں میں غرق ہو گیا کہ میرا لکھا وہ مانیں گے بھی یا نہیں؟ اور میری تحریر میں وہ کوئی تحریف بھی کر سکتے ہیں۔ بہر حال کچھ دیر بعد ایلچی ریڈ کراس کے نمائندوں کے ساتھ آئے، میرے ساتھ بیٹھے اور رہائی کی خوشخبری ریڈ کراس نے اپنے معاملات نمٹا لیے پھر واپس مجھے پانچویں کیمپ لے جایا گیا تاکہ اپنے بھائیوں سے رخصت لے سکوں، سب قیدیوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا گیا تھا، میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا اور ان کے ساتھ ڈیڑھ گھنٹہ گزارا۔ سچی بات یہ ہے کہ اس وقت مجھے اپنے آپ سے شرم آ رہی تھی اس لیے کہ میرے سارے ساتھی میری رہائی پر انتہائی خوش تھے۔ مجھے صرف افغان قیدیوں سے ملاقات کی اجازت دی گئی۔ ایک دن بعد کابل کے خواجہ رواش ہوائی اڈے پر اترا۔ مجھے کابل اجنبی اجنبی لگا، جگہ جگہ حفاظتی مورچے بنائے گئے تھے۔ مجھے پہلے سے مقرر کردہ جگہ منتقل کر دیا گیا۔

اب میں پچھلے دس ماہ سے کابل کے اس سرائے میں اہل وعیال کے ساتھ رہائش پذیر ہوں جہاں موجودہ حکومت کی جانب سے کرائے پر رہائش فراہم کی گئی ہے۔ میری حفاظت کا ذمہ حکومت نے ایک سال تک لیا ہے۔ ایک سال بعد معلوم نہیں کیا ہوگا؟

تمام مظلوم مسلمان بھائیوں کے لیے دعا گو ہوں کہ ان کو اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت تمام مصیبتوں سے اپنی امان میں رکھے اور قیدی بھائی سلامتی کے ساتھ رہائی پائیں۔ اللہ ہمیں آزمائشوں سے بچائے اور ہر امتحان میں سرخرو فرمائے۔ (آمین)